ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ایوب اختر کی غیر مطبوعہ تحریروں میں فنی و فکری تنوع

ڈاکٹر رحمت علی شاد[1]
(پی ایچ ڈی اردو)
2ثمینہ کوثر
(پی ایچ ڈی سکالر)

Abstract:
A multifaceted personality of PakpattanAyubAkhtar is known as teacher. He had been enriching his poetic sensibility with his innate poetical insight and profound love for verse. He is a versatile poet, dramatist, humorist, analyst, journalist, compere, actor, director ,producer, research scholar and a critic. In all these fields he has left everlasting marks. His poetry depicts his artistic and ideological maturity along with a continuous evolution of thought process. Diverse subjects with a tinge of humour is the main characteristic of his work. Inspired by Baba Freed's mysticism, he has written so far Hamd-o-naat, eulogies, hymns to sufi saints, elegies, ghazals, poems, songs, qawalis, translations in verse, and many title songs of dramas. He is known as a writer of diverse talents to diversity of subjects in his poetry and the fields in which he has worked successfully.

اسے دیوانہ سمجھا جائے گا اس دور میں اخترؔ
جو اپنی سوچ کا اونچا یہاں معیار کرتا ہے۔ ۱

۱۲۔ اپریل ۱۹۶۳ء کو شہرِ فرید میں جنم لینے والی ایک ہمہ جہت شخصیت ایوب اختر کا بنیادی تشخص ایک استاد کا ہے۔ وہ زندگی کا ایک طویل عرصہ درس و تدریس سے وابستہ رہے اور اس طرح وہ اپنے شعری شعور سے اپنے تلامذہ کے شعری ذوق کو دو آتشہ کرتے رہے۔ وہ بیک وقت ایک اچھے شاعر، ڈرامہ نگار، مزاح نگار، تجزیہ نگار، صحافی، کمپیئر، ایکٹر، ڈائریکٹر، پروڈیوسر، مقالہ نویس اور نقاد جیسی متنوع جہات کے مالک ہیں۔ ایک تخلیق کار اپنی تخلیق میں خونِ جگر صرف کیے بغیر نہ تو مصرعہ ترکی صورت بنا سکتا ہے اور نہ ہی اعلیٰ تخلیق کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ جہاں خلوص کی دولت بے پناہ ہو اور محنت مسلسل تو وہاں ریاضتِ فن کے نتیجے میں پیکرِ شعر میں فکر و اسلوب کی رعنائی اپنا عکس دکھاتی ہے۔ اپنے منفرد اسلوب، خوب صورت آہنگ اور جداگانہ لہجے کی بدولت ایوب اختر کا نام ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ قدرت نے ان کی روح پر تخلیق کے دروازے کھول رکھے ہیں اس لیے ان کے کلام میں موضوعات کا تنوع اور بو قلمونی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالی نے متعدد خصوصیات ان کی جبلت میں ودیعت کر دی ہیں۔ ان کا لہجہ عمدہ اور آواز توانا ہے۔ ان کے ہاں تازہ کاری کے علاوہ جدید رنگِ تغزل کی جھلکیاں جا بجا بکھری نظر آتی ہیں۔ وہ عصری تبدیلیوں کے حوالے سے قدیم اور جدید اُردو غزل کی روایتوں کو اپنے فکر و احساس میں جذب کرکے اپنے فکر و فن کی راہوں کا تعین کرتے نظر آتے ہیں۔

گمنام مگر ہشت پہلو ادیب محمد ایوب اختر کا تعلق چوں کہ پاک پتن جیسے شہر سے ہے جہاں فرزندانِ اسلام دور دراز کے علاقوں سے قلبی و روحانی سکون حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ایوب اختر کا بچپن اسی روحانی اور وجدانی ماحول میں گزرا؛ اسی وجہ سے تصوف کے ساتھ اُلفت و موانست ان کی جبلت کا حصہ بنتی چلی گئی اور جب انہوں نے میدانِ سخن میں قدم رکھا تو اپنی تخلیقات میں تصوف جیسے موضوع کو مقدم جانا۔ انہوں نے روحانیت اور تصوف کے زیرِ اثر مختلف شعری جہات میں طبع آزمائی کی؛ جن میں حمد و نعت، قصائد آئمہ مطاہرین، مناقبِ اولیا، نوحے، غزلیات، نظمیں، گیت، قطعات، بزرگانِ دین کی قوالیاں اور اس کے ساتھ ساتھ شکوہ، جوابِ شکوہ کو پنجابی زبان میں منظوم شکل دی، ترانے اور متعدد ڈراموں کے ٹائٹل سونگز لکھے۔ علاوہ ازیں زبدالانبیاء حضرتِ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر سے والہانہ عقیدت و محبت کی بدولت؛ مناقبِ اولیاء میں حضرت بابا فریدالدین کے مناقب کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ایک جگہ پر وہ بابا فریدؒ سے اپنی عقیدت اور نسبت کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

یوں تو ہر پیرِ طریقت صاحبِ توقیر ہے
دل مگر میرا فریدالدین کی جاگیر ہے

لکھ دی میرے بخت میں گنج شکر کی چاکری
کس قدر مجھ پر مہرباں کاتبِ تقدیر ہے۔ (غیر مطبوعہ)

ایک اور جگہ پر وہ فریدالدین مسعودؒ کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1۔ پرنسپل! گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج کمیر ٹاؤن ساہیوال   2۔ مائی یونیورسٹی اسلام آباد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

گنج شکر نے ایک ایسا مقدر جگا دیا

میں مشتِ خاک تھا مجھے کندن بنا دیا۔(غیر مطبوعہ)

جب کبھی بابا فریدؒ کے مزارِ اقدس پر حاضری کے لیے جائیں تو وہاں اکثر و بیشتر ایوب اختر کی لکھی ہوئی نعتوں اور قوالیوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ان کی تحریر کردہ نعتیں اور قوالیاں ملک کے نامور نعت خوانوں اور قوالوں نے پڑھی اور گائی ہیں۔معروف نعت خوانوں میں شاہ عدنان فریدی، رضوان نظامی، قمر عباس قمر، ڈاکٹر شوکت فرید اور شہباز قمر فریدی کے علاوہ دیگر متعدد ثناء خوانوں کے نام شامل ہیں۔جن قوال حضرات اور سنگرز نے ان کا کلام گایا ان میں چند اہم اور معروف نام یہ ہیں: مہر علی شیر علی، بدر میاں داد، شیر میاں داد، فیض میاں داد، نذیر اعجاز فریدی، مولوی حیدر حسن، عبداللہ منظور نیازی، خاور نواز فریدی، غلام صابر فریدی، محبوب اکرم صابری، انصر علی، بابر علی، معین فریدی، اختر عطاء، ظفر فریدی، عمران فریدی، عابد مہر علی، غلام فرید صابری، نور علی، ظفر علی، فلک بشیر فریدی اور امجد صابری کے علاوہ کراچی، حیدر آباد، لاہور، ملتان اور فیصل آباد کے متعدد قوال شامل ہیں۔سولو سنگرز میں عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی، نصیبو لعل، نذیر اعجاز، علی حسن، عمران فریدی اور فیض میاں داد کے نام قابل ذکر ہیں۔

ریکارڈنگ کمپنیوں نے مختلف قوالوں، نعت خوانوں اور سنگرز کی آوازوں ریکارڈ کیا؛ TP اور GP کے علاوہ ہیرا، ایگل، ساؤنڈ ماسٹر، سونک ARY,QTV ایوب اختر کا کلام جس کی سی ڈیز اور کیسٹس مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔پاکستان کے معروف نعت خواں اور نامور قوال مختلف خانقاہوں اور مجالسِ تصوف میں ان کا کلام پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایوب اختر مختلف ادوار میں مختلف شخصیات اور مختلف ادبی تنظیموں سے وابستہ رہے۔ادبی شخصیات میں ظہور حسین ظہور، پروفیسر اکرم ناصر، ظفر رشید یاسر، میاں فضل الرحمن فضل، سید صفدر اجمیری، امین شاہد، شریف ساجد، خادم چشتی، حنیف صوفی، محمود غزنی اور کاشف سجاد کے ساتھ زیادہ میل جول اور ادبی وابستگی رہی ان تمام علمی وادبی شخصیات نے اپنے اپنے طور پر ایوب اختر کی ادبی تربیت کی اور ایک طرح یہ تمام ہستیاں ان کے لیے استاد کا درجہ رکھتی ہیں۔علاوہ ازیں مختلف ادبی تنظیموں سے ان کی وابستگی ان کے اعلیٰ ادبی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ادبی تنظیموں میں انجمن ترقی اردو پاک پتن، مجلسِ بابا فرید، بزم وارث شاہ کے زیر اہتمام بحیثیت سیکرٹری جنرل بہت سی ادبی مجالس کا انعقاد کرواتے رہے اور ایک طویل عرصہ ادبی محافل میں نقابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔گنج شکر آرٹ کلب پاک پتن کے اہم عہدے دار اور آرٹس سوسائٹی کے صدر کی حیثیت سے سٹیج ڈراموں اور موسیقی کے رنگا رنگ پروگراموں کے علاوہ قومی تہواروں اور بالخصوص عیدین پر متعدد اصلاحی، مزاحیہ اور بامقصد ثقافتی وادبی پروگرام پیش کرتے رہے۔ ایوب اختر نے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی بہت سی علمی وادبی شخصیات پر مضامین بھی تحریر کیے۔ان کا اسلوب عموماً سادہ، رواں اور طنز و مزاح سے بھرپور ہوتا ہے۔ان کا انداز اس قدر دل کش اور پر تفنن ہے کہ سامعین ان

کے ایک ایک جملے پر داد و تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔اس حوالے سے جمیل احمد عدیل لکھتے ہیں:

"یوب اختر نے رضا ٹوانہ (مظفر گڑھ) کی شاعری اور شخصیت کو موضوع بنا کر امتیاز بردست شاہکار پیش کیا کہ ایک ایک فقرے پر حاضرین نے یوں داد دی جیسے غیر معمولی کلام پر شاعر کو ملتی ہے۔اب حال مست ایوب اختر بھی پاک پتن ایسے دور پار قصبے میں مقیم ہے وگرنہ کراچی والوں کو اس کے جملوں کے انتہائی تیکھے پن پر مشتاق یوسفی اور مشفق خواجہ یاد نہ آجائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔(۲)

یوں تو ایوب اختر نے متعدد شخصیات پر قلم فرسائی کی ہے لیکن ان میں سے چند معتبر اور معروف شخصیات کا ذکر یہاں ضروری تصور کیا جاتا ہے۔پاک پتن کی ایک معروف ادبی شخصیت سید صفدر اجمیری کی کتاب " شہر وفا" پر فقیر حسن کے عنوان سے مضمون تحریر کیا۔پروفیسر اکرم ناصر جو ان دنوں پاک پتن میں ہی مقیم تھے پھر ساہیوال چلے گئے؛ ان کے شعری مجموعے "اجمال" پر انشائیہ سے عشائیہ تک کے عنوان سے مضمون لکھا۔لاہور سے تعلق رکھنے والے طارق کریم کھوکھر کی کتاب " پنکھ گراتی شام" پر بعنوان عطائی فارمیسی مضمون قلم بند کیا۔بورے والا کی معروف ادبی شخصیت کاشف سجاد کے شعری مجموعے "برف پہ لکھا سورج" پر کسر بمقابلہ نفسا نفسی کے نام سے مضمون تحریر کیا۔ کاشف سجاد ایک جگہ ایوب اختر کے فن اور فکر پر بات کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آواز کو اردو ادب میں ایک خوش گوار اضافہ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"الطاف حسین حالی کہتے ہیں کہ ابہام شعر کے لیے سم قاتل ہے، اسی لیے ایوب اختر مبہم شعر کہنے سے گریز کرتا ہے، بھاری بھرکم تشبیہات اور تلمیحات کو استعمال نہیں کیا۔بڑی سلیس اور عام فہم زبان میں بات کرنے کی سعی کی ہے تا کہ قاری کے ذہن پر گراں نہ گزرے، معاشرے کی ناانصافیوں، ظلم واستبداد، جور و ستم کے خلاف سوچ بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔تصنع، بناوٹ اور شاعرانہ کاریگری سے کام نہیں چلایا۔امید ہے کہ ان کی آواز اردو ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہوگی"۔(۳)

دیپالپور ضلع اوکاڑہ کے رہنے والے سرور جاوی کی کتاب "پورے سال کا دن" پر جملوں کی کھچڑی کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔پاک پتن سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ شاعر شریف ساجد کی کتاب "سنگریزوں میں شجر" پر مرکباتی معجون کے عنوان سے ایک انشائیہ تحریر کیا۔لاہور کے تیمور حسن تیمور کی کتاب "تیرا کیا بنا" پر غیر سنجیدہ باتیں کے نام سے مضمون پڑھا۔پاک پتن کی ایک معروف علمی اور سیاسی شخصیت مسعود خالد کی کتاب "بابا فرید کا فلسفہ حیات" کے حوالے سے مسعود خالد کی شخصیت کا اجمالی خاکہ پیش کیا؛ اس حوالے سے وہ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"مسعود خالد؛ بابا فرید کی سوانح عمری تاریخی پس منظر کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ بابا صاحب کی ذات سے گہری عقیدت اور لگاؤ رکھتے ہیں اسی وجہ سے ان کے دوستوں میں زیادہ تعداد پیر زادوں کی ہے۔ سائنس، صحافت، مذاہب، تاریخ، تصوف، سخاوت، فلسفہ اور دنیا کی دیگر تہذیبوں اور معاشرتی علوم پر آپ کو مکمل عبور حاصل ہے۔ شہر کی معروف بلند پایہ شخصیات میں سے ایک منفرد قسم کی شخصیت ہیں"۔(۴)

پاک پتن سے تعلق رکھنے والے ایک بیورو کریٹ اور شاعر صغیر انور وٹو کے شعری مجموعے" محبت ہمسفر میری" پر مضمون لکھا اور ابو سجاد ساغر کے ساتھ منائی گئی ایک شام میں ان کی شخصیت اور شاعری پر مضمون پڑھا۔ پاک پتن ہی کی ایک معروف علمی و ادبی شخصیت جمشید کمبوہ کے نعتیہ مجموعے" سفرِ نعت" پر سفرِ نعت کا معجزہ کے عنوان سے مضمون تحریر کیا۔ میاں چنوں کی ندا فاطمہ کے شعری مجموعے" کاش تم میرے ہوتے" پر مطب ادب کا عطائی جراح کے نام سے مضمون پڑھا۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر وحید احمد کی کتاب"ہم آگ چراتے ہیں" پر نو ایجاداتی صنفِ دکن کے عنوان سے مضمون قلم بند کیا۔ لاہور کی ہی فوزیہ مغل کی کتاب" بھرم "پر بے بحرے اور بے وزنے کے نام سے مضمون لکھا۔ لاہور کے ہی فاطر ولید کے ساتھ رکھی گئی ایک شام میں ندیم اقبال سے فاطر ولید تک کے عنوان سے مضمون پڑھا۔ خانیوال کے توقیر تقی کی کتاب"انا العشق" پر انا الطنز کے عنوان سے مضمون لکھا۔ پاک پتن کے میاں اللہ بخش طارق کی کتاب" تاریخِ پاک پتن" پر بلا عنوان کے نام سے مضمون پڑھا۔ ساہیوال کی بسمل صابری کے شعری مجموعے"یادوں کی بارشیں" پر پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر کے عنوان سے مضمون لکھا۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے واجد امیر کی کتاب"زمین" پر جائز ادب پر تنقید کے نام سے مضمون تحریر کیا۔ بورے والا کے جمیل حیدر کی کتاب" تم اگر مہربان ہو جاتے" پر جمیل حیدر اور جمیل فریدی کے نام سے مضمون زیبِ قرطاس کیا۔ علاوہ ازیں ساہیوال کے طالب جتوئی، پاک پتن کے خادم چشتی، بورے والا کے حنیف صوفی، ساہیوال کے شوکت ہاشمی، مظفر گڑھ کے رضا ٹوانہ، چونیاں کے تجمل کلیم اور فیصل آباد کے ثناء اللہ ظہیر جیسی معروف علمی و ادبی شخصیات پر قلم اٹھا کر اپنی علمیت اور ادبیت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک دفعہ بورے والا میں محترمہ بسمل صابری کی کتاب"یادوں کی بارش" کے حوالے سے پڑھے گئے ایوب اختر کے مضمون کو سن کر صدرِ محفل محترم کرنل ڈاکٹر ابدال بیلہ نے کہا تھا:

"ایوب اختر کا مضمون ایک طرف اور مشتاق یوسفی کی کتاب ایک طرف؛ اسے تو یونہی کراچی والوں نے اٹھا رکھا ہے"۔(۵)

علم و ادب، فن و ثقافت اور صحافت کے شعبوں میں ایوب اختر نے عملی طور پر کام کیا۔ گزشتہ پچیس سالوں کے دوران متعدد سٹیج ڈرامے تحریر کیے اور یہ ڈرامے بطور ہدایت کار، منصف، فن کار، ڈائریکٹر اور پروڈیوسر پنجاب کے مختلف شہروں پاک پتن، حویلی لکھا، دیپال پور، بصیر پور، اوکاڑہ، وہاڑی، بہاولنگر، چشتیاں اور حاصل پور میں پیش کیے۔ ایوب اختر نے اپنا پہلا ڈرامہ فریدالدین مسعود گنج شکر کے قول"مجھے قینچی نہیں سوئی دو" کے عنوان سے لکھا جو حمید نظامی ڈے کے موقع پر بلدیہ ہال پاک پتن میں پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں کام کرو تو ووٹ ملیں گے، ہم سب چور ہیں، پینڈو آیا شہر، دلہن ۴۲۰، ہائے میں مر گئی، کرائے کا جن، دیوانوں کا جھرمٹ، حکیم پودینہ، جھوٹے نواب، انھے ہتھ بٹیرا، مر گئے محلے والے، رولا داج دا، بہروپیے اور ہاسے مل وکدے جیسے متعدد بامقصد اور پر مغز اردو اور پنجابی ڈرامے تخلیق کیے، اچھے ڈرامے لکھنے کی وجہ سے انہیں ادبی تنظیم "بزمِ وارث شاہ" کی جانب سے گولڈ میڈل بھی مل چکا ہے۔ انہوں نے شہرِ فرید کے متعدد لوگوں کو نہ صرف فن و ثقافت کی دنیا میں متعارف کروایا بلکہ ان کے جوہر اور صلاحیتوں کو نکھارنے کے حوالے سے بھی خوب محنت کی۔ انہوں نے ملک کے معروف فنکاروں؛ جن میں توقیر ناصر، راشد محمود، صبا قمر، نوید صدیقی، نشیلا، سخاوت ناز، سلیم البیلا اور فوزیہ امام وغیرہ شامل ہیں؛ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ متعدد ادبی شخصیات اور ان کی تخلیقات پر مزاحیہ تنقیدی مضامین بھی لکھے۔ ہفت روزہ "نوٹس" اور ہفت روزہ "سرحد" کے ساتھ ساتھ ماہنامہ، پندرہ روزہ کے علاوہ روزنامہ "بندگی" کے لیے "جھوٹی باتیں" اور "سچ بولنا منع ہے" کے عنوانات سے ایک طویل عرصہ کالم لکھے اور مختلف موضوعات پر مضامین بھی قلمبند کیے۔ پی پی آئی کے ریٹائرڈ بیورو چیف راجا مراد علی کے ساتھ روزنامہ بندگی لاہور اور روزنامہ پبلک پاور کی اشاعت کے حوالے سے کچھ عرصہ صحافتی خدمات بھی سر انجام دیں اور تقریباً دو برس تک پاک پتن میں " رنگ" نیوز چینل کے نمائندے بھی رہے۔

متعدد مشاہیر اور متنوع موضوعات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ "قلم درازیاں" منظرِ عام پر آنے کے قریب ہے علاوہ ازیں ان کی پہچان کا ایک بنیادی حوالہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک عمدہ شاعر ہیں۔ ان کے تین شعری مجموعے انا کا سوگ، کاغذ کی ناؤ اور اور شرط یہ ہے بالکل تیار ہیں لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر وہ ابھی تک انہیں منصہ شہود پر نہیں لا سکے۔

شاعری ایک ایسے عمل، رویئے یا وارداتِ قلبی کا تخلیقی اظہار ہوتا ہے جو مشاہیر اور قاری دونوں کا تجربہ ہو یعنی پڑھنے اور سننے والا یہ محسوس کریں کہ یہ واردات دونوں کے قلوب و اذہان کو برابر متاثر کر رہی ہے۔ شاعر اور قاری کے مابین تجرباتی اشتراک محض مشاہدے کی سطح تک ہو سکتا ہے مگر شاعر ایک قاری کے مشاہدے اور گمان کی منزل سے کوسوں آگے کی منزل تک دیکھتا ہے اور تخلیقی اظہار کر کے معنوی سطح پر اس مشاہدے کو اجتماعی اور انفرادی مشاہدہ بنا دیتا ہے۔ ایوب اختر کی شاعری فنی و فکری پختگی کی حامل دکھائی دیتی ہے۔ وہ امکانات کے شاعر ہیں؛ ان کے کلام میں شعری اٹھان کا عمل دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے غزل کو مقصدیت اور حقیقت کے ساتھ آمیخت کر دیا ہے۔ ان کے کلام میں موجود شعری بالیدگی، عصری آگہی اور ان کے اسلوب کے متعلق صغیر انور لکھتے ہیں:

"ایوب اختر غیر معمولی شدت کا شاعر ہے۔ شعری بالیدگی اور عصری آگہی کے امتزاج نے اس کا لہجہ اور اسلوب متعین کر دیا ہے۔ اس کے اندر کا کرب، اس کے کاٹ دار مصرعوں میں جھلکتا ہے۔ فارسی زبان کی ایک مشہور کہاوت ہے "مشک آں است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید" یعنی عطر وہ ہے جو اپنی خوشبو سے خود عیاں ہو نہ کہ خود عطار کو بتانا پڑے کہ یہ عطر ہے۔ ایوب اختر کے شعری قد و قامت کا تعین خود اس کے کلام سے ہوتا ہے"۔(۶)

شاعری حسیات سے چاہے جس قدر مالا مال ہو، جذبات کے کتنے ہی خزینے اس میں موجود ہوں، احساسات کے تمام رنگ چاہے موجود کیوں نہ ہوں اور شاعری کتنی وارفتگی کی حامل کیوں نہ ہو اس کا تعلق عقل و وجدان کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ محض تخلیقی گرفت سے یہ تمام مقاصد حاصل ہونا بعید از قیاس ہے۔ ایک شاعر کا جوش کے ساتھ ساتھ ہوش مند ہونا بھی ضروری ہے اسی ہوش مندی کی وجہ سے فنکار کا فن پارہ قبولِ عام کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ کسی بھی شاعر کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ موجود روایتی لفظیات کو نئے مفاہیم سے آشنا کر کے اپنا الگ ایک فکری نظام تشکیل دے جو اسے دوسروں سے منفرد اور ممتاز کر دے؛ اسی طرح شاعر کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں کے ساتھ اپنی تخلیقی ذات کو تسخیر کرے جو اس کے حواس پر منکشف ہوئی ہوتی ہیں۔ ایوب اختر کی شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان کے کلام میں درج بالا خصوصیات کا امتزاج فطری انداز میں موجود ہے گویا ان تمام خصوصیات کا التزام ان کی شعوری کوشش نہیں بلکہ ان کی تخلیقی ذات کا حصہ ہے۔ ایوب اختر کے کلام میں موجود انفرادیت اور تازہ کاری کے علاوہ ان کے اسلوب کے حوالے سے محمود غزنی رقم طراز ہیں:

"ایوب اختر کی شاعری پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کے کلام میں تازہ کاری بھی ہے اور نیا پن بھی۔ انہوں نے یقیناً اپنے اور اپنے زمانے کے دکھ اپنے اشعار میں سموئے ہیں اور پھر شعر کہنے کا ان کا ایک اپنا اسلوب ہے۔ ان کے کہے ہوئے اشعار دیر تک لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رہتے ہیں"۔(۷)

ایک تخلیق کار نہ صرف معاشرے کا بلکہ ادب کا سفیر اور نمائندہ ہوتا ہے۔ اس پر یہ اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قلم سے جہالت اور ناہمواریوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ ایوب اختر کا کلام پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی اردو ادب کے سفیر اور نمائندہ بن کر اردو ادب کی ترویج، معاشرے کے مسائل، ناہمواریوں اور اخلاقی اقدار کی گراوٹ پر کھل کر اظہارِ خیال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا کلام انسانی جذبوں کا امین ہے۔ وہ معاشرے کے ایک حساس فرد ہیں اسی لیے وہ معاشرتی دوہرے رویوں، کھوکھلے پن، زندگی کی تلخیوں پر بے لاگ بات کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ کاشف سجاد (بورے والا) نے ایک تقریب میں ان کے متعلق بات کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ ایوب اختر کے قلم میں نب نہیں سانپ کی زبان ہے۔ ایوب اختر کے فن اور فکر پر بات کرتے ہوئے ظفر رشید یاسر لکھتے ہیں:

"سلاست، زبان و بیان کی چاشنی، ندرتِ خیال، روز مرہ محاورات کا خوبصورت استعمال، رجحان سازی نئے امکانات اور مقصدیت ایوب اختر کی شاعری کا خاصہ ہے۔ وہ تصویر کا روشن پہلو لکھنے کی بجائے اس کے دونوں رخ سامنے رکھتا ہے۔ وہ منظر اور پس منظر کو نت نئے زاویوں سے پرکھتا ہے۔ وہ مکاری، عیاری، منافقانہ روش اور مجرمانہ ذہنیت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے اور معاشرتی برائیوں کے خلاف جرأت مندانہ اقدامات کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اس کی شاعری کا موضوع بھوک، افلاس اور پسے ہوئے بے آسرا طبقات ہیں۔ وہ جبر و استبداد، وحشت و بربریت، آمریت اور فسطائیت سے خوفزدہ ہونے کی بجائے اس سے مردانہ وار برسرِ پیکار رہنے کی ترغیب دیتا ہے"۔ (۸)

ایوب اختر کے کلام میں جہاں موضوعات کی بوقلمونی دیکھی جا سکتی ہے وہاں فنی حوالوں سے بھی انہوں نے اپنے کلام کو نکھارنے کی عمدہ کوششیں کی ہیں۔ اکابر شعرا کی طرح ایوب اختر نے بھی سہلِ ممتنع کو اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں مکمل اور بھرپور مفہوم موجود ہوتا ہے۔ چھوٹی بحور پر گرفت مشکل سے آتی ہے لیکن سہلِ ممتنع کے انداز میں لکھنا ایوب اختر خوب جانتے ہیں۔ بقول شاعر:

جس کی مٹھی میں زر نہیں ہوتا
وہ کبھی معتبر نہیں ہوتا
شرط یہ ہے کہ سوز شامل ہو
آہ میں کب اثر نہیں ہوتا۔(۹)

شعرا اپنے کلام کو خوب صورت بنانے کے لیے اپنے کلام میں ضرب الامثال، محاورات، تشبیہات و استعارات، تلمیحات اور صنائع بدائع کا استعمال کرتے ہیں بالکل اسی طرح ایوب اختر کے کلام میں بھی فنی حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں محاورات کا استعمال کتنی بے ساختگی سے ہوا ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

بچانے کے لیے تجھ کو میں تیرے ساتھ ڈوبا ہوں
کہ مشکل وقت میں آنکھوں کو ماتھے پر نہیں رکھا
منافق کی طرح نفرت مجھے کرنا نہیں آتی
محبت کے لیے دل پر کبھی پتھر نہیں رکھا۔(۱۰)

ہمارے سماج میں پگڑی عزت و احترام کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ بے حس اور شرم و حیا سے عاری لوگ ان اقدار سے بے نیاز ہوتے ہیں کہ باپ کی پگڑی کی تکریم کس اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ایوب اختر لکھتے ہیں:

جو ذہن و دل سے حیا کو نکال سکتا ہے
وہ اپنے باپ کی پگڑی اچھال سکتا ہے۔(۱۱)

علمِ بیان اور صنائع بدائع کا استعمال بھی ہمیں اکثر و بیشتر شعرا کے کلام میں نظر آتا ہے جو مخفی خوبیوں پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اسلوبیاتی، تکنیکی اور معنوی حوالوں سے بہت اہمیت کا حامل ہے؛ جس سے شعری حسن دوچند ہو جاتا ہے۔ صنعتِ تضاد کا استعمال تو عام چلن ہے لیکن اس کو ڈھنگ سے برتنے کا انداز شعرا کو ایک دوسرے منفرد اور ممتاز کر دیتا ہے۔ ایوب اختر کے ہاں مذکورہ صنعت کا استعمال دیکھیے:

جن گروہوں نے کیا تھا تیرگی کا فیصلہ
آج وہ ہی کر رہے ہیں روشنی کا فیصلہ
کیا خبر تھی مجھ کو اختر دل لگی میں ایک دن
موت تک لے جائے گا یہ زندگی کا فیصلہ۔(۱۲)

ایوب اختر نے ہمیشہ ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ ظالموں اور غاصبوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ان کی سرشت میں شامل ہے۔ قاتلوں، فتنہ گروں، تاوان اور بھتہ وصول کرنے والوں کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

کوئی بھی قتل کی خبر لے کر واپس نہیں آیا
یقیناً شہر میں وہ فتنہ گر واپس نہیں آیا
وہ کھو بیٹھا حواس اپنے، جسے تاوان لینا تھا
جب اس کا اپنا بیٹا رات گھر واپس نہیں آیا۔(۱۳)

ایوب اختر کی خوبی یہ ہے کہ وہ تصویر کے دونوں رخ سامنے رکھتے ہیں اور ان کا لب ولہجہ ہمیشہ رجائی رہتا ہے۔ وہ عزم وہمت کے پیکر اور ناممکنات کو ممکنات میں بدلنے کے داعی ہیں۔ وہ کٹھن مراحل کو سر کرتے، اندھیروں کو چیرتے اور ظلمتوں کو زیروزبر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بقول شاعر:

ہے یقیں مجھ کو کہ تیرے دل میں گھر کر جاؤں گا
گو کٹھن ہے معرکہ لیکن میں سر کر جاؤں گا
میں اندھیرے چیر کر نکلوں گا اک دن دیکھنا
ظلمتوں کے عہد کو زیروزبر کر جاؤں گا۔(۱۴)

ظالم اور ظلم دونوں کے خلاف آواز اٹھانا ایوب اختر کا وطیرہ ہے۔ بورے والا کے حنیف صوفی؛ ایوب اختر کی مضمون نگاری اور شاعری کے حوالے سے بتاتے ہیں:

"جب بھی کسی محفل میں ایوب اختر کو اظہارِ خیال کی دعوت دی جاتی تو سامعین بھرپور تالیوں سے اس کا استقبال کرتے؛ ہر جملے پر اچھے شعر کی طرح داد دیتے ہیں۔ میں نے اس کی تحریروں میں محسوس کیا ہے کہ ایوب اختر کو ظلم اور ظالم دونوں سے نفرت ہے جس کا اظہار وہ اپنی شاعری میں اکثر کرتا ہے"۔(۱۵)

ایک جگہ پر صغیر انور وٹو (اسلام آباد)؛ ہشت پہلو ادیب ایوب اختر کی متنوع جہات اور ان کے فکاہات کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایوب اختر ایک ایسا باصلاحیت ادیب ہے جو بیک وقت بہترین مزاح نگار، خوب صورت ڈرامہ نگار اور عمدہ شاعر ہے۔ اس کا المیہ صرف یہ ہے کہ وہ مضافات میں مقیم ہے اور ادبی مرکز گریز قوتیں مضافاتی ادب اور ادیب کو منظرِ عام پر نہیں آنے دیتیں۔ ایوب اختر ایک ایسا تخلیق کار ہے جس کے جملوں کی کاٹ اور برجستگی آپ کی خود ساختہ سنجیدگی کے تمام خول توڑتے ہوئے آپ کو بار بار ہنسنے پر مجبور کرتی رہے گی"۔(۱۶)

جب تک ایوب اختر کا ذکر نہ کیا جائے پاک پتن کی شعری روایت مکمل نہیں ہوتی۔ تین سے زائد شعری مجموعے جن کو نام بھی دیے جا چکے ہیں لیکن ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آ سکے۔ قارئین کو سوچنے پر مجبور کر دینے والے کلام کے متعلق ڈاکٹر رحمت علی شاد رقم طراز ہیں:

"پاک پتن کی شعری روایت کا ایک اہم نام ایوب اختر ہے؛ جو ۱۲۔اپریل ۱۹۶۳ء کو پیدا ہوئے اور ابھی بقید حیات ہیں۔ ان کا کوئی شعری مجموعہ چھپ کر منظرِ عام پر نہیں آ سکا۔ ان کے کلام میں پڑھنے والوں کو جھنجھوڑ دینے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے"۔(۱۷)

جب سماج میں اخلاقی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو کوئی بھی سنجیدہ بات سننا پسند ہی نہیں کرتا تو ایسے حالات میں اچھا تخلیق کار اپنی گفتگو طنز ومزاح کے پیرائے میں بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو سنیں اور پڑھیں تاکہ اس میں موجود اخلاقی سبق سے ان کی تربیت ہو سکے۔ مزاح نگاری ایک مشکل فن ہے کیوں کہ اس میں مزاح نگار کو دوسروں کو ہنسانے کے لیے اپنے آپ پر ہنسنا پڑتا ہے جو نہایت مشکل کام ہے۔ طنز ومزاح کی جھلکیاں ایوب اختر کی تحریروں کا خاصہ ہیں۔ وہ مکدر چہروں پر مسکراہٹوں کے پھول سجانے کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کی اس قدر عمدہ اور شگفتہ تحریروں میں متانت اور توازن کا عنصر در آیا ہے۔ اللہ تعالی نے ان کی جبلت میں بے پناہ خصوصیات ودیعت کر رکھی ہیں۔ ان کی شخصیت متعدد پہلوؤں کی حامل ہے مثلاً وہ بیک وقت شاعر، مزاح نگار، تجزیہ نگار، مقالہ نویس، نقاد، ڈرامہ نگار، ایکٹر، کمپیئر، صحافی، پروڈیوسر اور ڈائریکٹر جیسی متنوع جہات کے مالک ہیں اور ہر میدان میں وہ منفرد اور نمایاں نظر آتے ہیں اسی لیے ان کو ہشت پہلو ادیب کہا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاں موضوعات کا بھی تنوع دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی تحریروں میں موجود فنی وفکری پختگی ان کے پختہ شعری شعور کی ترجمانی کرتی ہے اور متنوع جہات ان کے ہشت پہلو ادیب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حوالہ جات

۱۔نوید عاجز،(انتخاب)،'' مجھے تیری ضرورت ہے'' مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۶ء،ص:۱۰۰

۲۔جمیل احمد عدیل،مضمون،'' یہ دعائے نیم شبی رضا میری شاعری کا کمال ہے'' مشمولہ،روزنامہ ''دن'' ۱۷۔اکتوبر ۲۰۰۶ء،ادبی صفحہ

۳۔کاشف سجاد،مضمون،'' اردو ادب میں ایک خوش گوار اضافہ :ایوب اختر'' ،(غیر مطبوعہ،مملوکہ راقم الحروف)

۴۔ایوب اختر،مضمون،'' مسعود خالد کی شخصیت کا اجمالی خاکہ'' مشمولہ،ماہنامہ '' بندگی'' اگست،۱۹۹۳ء،ادبی صفحہ

۵۔ابدال بیلہ،کرنل ڈاکٹر،رائے،'' ایوب اختر'' (غیر مطبوعہ ، مملوکہ راقم الحروف)

۶۔صغیر انور وٹو،مضمون،'' ایوب اختر: غیر معمولی شدتِ احساس کا شاعر'' (غیر مطبوعہ، مملوکہ راقم الحروف)

۷۔محمود غزنی،مضمون'' تازہ کاری کی نئی مثال:ایوب اختر'' (غیر مطبوعہ، مملوکہ راقم الحروف)

۸۔ظفر رشید یاسر،مضمون،'' ایوب اختر'' مشمولہ'' مجھے تیری ضرورت ہے'' از نوید عاجز،مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۶ء،ص:۹۳

۹۔نوید عاجز،(انتخاب)،'' مجھے تیری ضرورت ہے'' مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۶ء،ص:۹۴

۱۰۔نوید عاجز،(تحقیق و ترتیب)'' شہر فرید کے شاعر'' ،سجاد پبلی کیشنز،لاہور،فروری ۲۰۱۳ء،ص:۲۰۴

۱۱۔نوید عاجز،(انتخاب)،'' مجھے تیری ضرورت ہے'' مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۶ء،ص:۹۵

۱۲۔ایضاً،ص:۹۷

۱۳۔نوید عاجز،(تحقیق و ترتیب)'' شہر فرید کے شاعر'' ،سجاد پبلی کیشنز،لاہور،فروری ۲۰۱۳ء،ص:۲۰۶

۱۴۔نوید عاجز،(انتخاب)،'' مجھے تیری ضرورت ہے'' مثال پبلشرز فیصل آباد،۲۰۱۶ء،ص ۱۰۱

۱۵۔حنیف صوفی،مضمون'' ایوب اختر: شاعر اور نثر نگار''،۲۴۔اگست ۲۰۱۶ء(غیر مطبوعہ، مملوکہ راقم الحروف)

۱۶۔صغیر انور وٹو،مضمون،'' ایوب اختر کی قلمی موشگافیاں'' اسلام آباد(غیر مطبوعہ، مملوکہ راقم الحروف)

۱۷۔رحمت علی شادؔ،ڈاکٹر،مضمون،''شہر فرید میں اردو غزل کی روایت'' ،مشمولہ تحقیقی مجلہ ''الماس'' شعبہ اردو،شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور سندھ،شمارہ:۱۵،۲۰۱۳ء۔۲۰۱۴ء،ص:۹۱